شعر و ادب:

ڈاکٹر جبار علی انصاری

ہندوستان کی فارسی شاعری

ایک سرسری جائزہ

ہندوستان اور ایران کے ثقافتی تعلقات ہزاروں سال پرانے ہیں۔ آج سے تقریباً ۵ ہزار سال پہلے ان دونوں ملکوں میں ایک ہی نسل کے لوگوں نے آباد ہونا شروع کیا، جن کی مادری زبان بھی اصل اول ایک ہی تھی۔ لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں ممالک میں نئی قوم جو آریائی قوم کے نام سے متعارف ہے، کے طرز معاشرت اور زبان میں فرق پیدا ہونا شروع ہوا۔ ایران میں بسنے والے آریوں کی زبان اوستا اور پہلوی کی شکل میں رائج ہوئی اور سرزمین ہندوستان میں آباد آریائی قوم کی زبان سنسکرت کہلائی۔ ابتدائی دور میں ان دونوں زبانوں میں کافی مماثلت تھی، لیکن مرور ایام کے ساتھ ساتھ ان میں بھی تبدیلیاں آتی گئیں۔ پھر بھی ان دونوں زبانوں میں ایک ایسی مماثلت برقرار رہی جو ان کے ایک ہی خاندان کی ہونے کی غمازی کرتی ہے۔

ایران میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے بعد ایسے حالات بہم ہوگئے کہ سنسکرت زبان کی بہن فارسی کو ایک مرتبہ پھر اپنی بہن سنسکرت سے ملنے کا موقع ملا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سامانی عہد میں جب اہل ایران مسلمان ہو چکے تھے اور فارسی زبان کا احیاء بھی ہو چکا تھا تو ان فارسی بولنے والے مسلمانوں نے اپنی سلطنت کو وسیع کرنا چاہا۔ چنانچہ اسی سامانی خاندان کے ایک غلام الپتگین کے غلام سبکتگین نے ایک ایسے علاقہ پر اپنی حکومت قائم کرلی تھی، جو موجودہ افغانستان اور برصغیر ہند کے بھی کچھ حصے پر مشتمل تھا۔ سبکتگین کے بعد اس کے

بیٹے محمود غزنوی نے باقاعدہ ہندوستان پر فوج کشی کی اور پنجاب کے کچھ حصوں کو اپنی حکومت میں ملا لیا۔ سبکتگین اور محمود کی انہیں فوج کشی کی وجہ سے سنسکرت کی تو ام زبان فارسی کو ہندوستان میں اپنے قدم جمانے کا موقع ملا۔ سلطنت غزنویہ کے ابتدائی دور میں ہی خود سرزمین ہند میں ایسے فارسی کے علماء اور شاعر پیدا ہونا شروع ہو گئے، جنہوں نے اپنی اہمیت کو اہل ایران سے بھی تسلیم کروالیا۔

فارسی شاعری کے حالات پر مبنی سب سے پہلے لکھے جانے والے تذکرہ ''لباب الالباب'' سے پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم بن مسعود غزنوی کے دور میں ہی ہندوستان میں فارسی شاعری کی ابتدا ہوگئی تھی ۔ اس عہد کے جن شاعروں کا تذکرہ لباب الالباب میں کیا گیا ہے ان میں نکتی کا نام سرفہرست ہے عوفی کے بقول نکتی سلطان مسعودی بن ابراہیم بن مسعود کے عہد کا ایک شاعر تھا جس کا نام ابو عبد اللہ اور وطن لاہور تھا۔ غزنوی دور کا ایک دوسرا شاعر ابو الفرج رونی تھا جو جالندھر کے قریب ایک گاؤں ''رون'' کا باشندہ تھا۔ یہ شاعر بھی ابراہیم بن مسعود اور مسعود بن ابراہیم بن مسعود کے عہد کا شاعر ہے۔ جس کا انتقال ۴۸۱ھ میں ہوا۔ ابو الفرج کا شمار ہندوستانی فارسی کے قدیم ترین قصیدہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایران کا ایک عظیم ترین قصیدہ نگار انوری اس کے سبک سے متاثر تھا۔ ابو الفرج کا ایک دوسرا معاصر مسعود سعد سلمان تھا جس کا وطن لاہور تھا۔ مسعود کا شمار بھی ان شاعروں میں ہے جس کے قصیدوں کے ایران کے عظیم ترین شاعر معترف تھے۔

سلطنت دہلی کے قیام (۱۲۰۵ء) کے بعد فارسی ادب اور شاعری کی جڑیں ہندوستان کی سرزمین میں اور گہری ہوگئیں ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ترکستان موجودہ افغانستان اور ایران جو علم وادب کے گہوارہ تھے اور منگولوں کے ظلم وبربریت کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ ان علاقوں کے علماء وشعراء کے لئے اگر کوئی جائے پناہ تھی تو صرف سرزمین ہندوستان تھی۔ چنانچہ ضیاء الدین برنی کے قول کے مطابق اس دور میں بے شمار فارسی زبان کے علماء وشعراء ترکستان اور ایران سے

یہاں آکر پناہ گزیں ہوگئے۔ اس عہد کے شاعروں میں پہلا نام ناصری کا ملتا ہے جس نے چنگیزی حملے کے زمانے میں اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر التمش کے ہندوستان میں پناہ لی۔ اور اس بادشاہ کی داد و دہش سے فیضیاب ہوتا رہا۔ اسی عہد کا دوسرا شاعر روحانی سمرقندی ہے وہ بھی ہندوستان میں آنے کے بعد التمش ہی کے دربار سے وابستہ رہا۔ اور اسی عہد کا ایک تیسرا شاعر تاج الدین ریزہ ہوا ہے اور جس کی شاعری کو سلطان التمش اور اس کے بیٹے رکن الدین کے عہد میں عروج حاصل ہوا۔ اسی عہد کا ایک اور شاعر شہاب الدین مہمرہ ہے جس کا تعلق رکن الدین فیروز کے دربار سے رہا ہے۔ اور حضرت امیر خسرو کے بیان کے مطابق اس کا وطن بدایوں تھا کہا جاتا ہے کہ امیر خسرو نے شہاب الدین مہمرہ سے فن شعر میں کمال حاصل کیا تھا۔

سلطنت دہلی کے قیام کا ابتدائی دور صرف متذکرہ فارسی گو شعرا ہی کا دور نہ تھا بلکہ اس دور میں فارسی کی نثری تصانیف بھی اس ملک میں وجود میں آئیں۔ عہد غزنوی کے آخری دور میں یعنی پانچویں صدی ہجری کے وسط میں تصوف کے موضوع پر زبان فارسی میں تحریر کی جانے والی پہلی کتاب کشف المحجوب تھی۔ التمش کے دور میں ہندوستان میں فارسی کی دوسری اہم کتاب بھی فارسی شعراء کا پہلا تذکرہ "لباب الالباب ۱۲۲۱ء میں تصنیف ہوا اور اسی تذکرہ کے مصنف عوفی نے اسی زمانے میں اپنی مشہور دوسری خالص ادبی تصنیف جوامع الحکایات' دنیا کے سامنے پیش کی۔ ہندوستان میں فارسی تاریخ نویسی کی ابتداء بھی اسی دور میں ہوئی۔ اور ۶۵۸ھ مطابق ۱۲۶۰ء میں ہندوستان میں عہد غزنوی کی اہم ترین تاریخ طبقات ناصری لکھی گئی۔

متذکرہ تمام شاعروں کے علاوہ یہی وہ دور ہے جس میں ہندوستان کا عظیم ترین فارسی شاعر امیر خسرو پیدا ہوا۔ جس نے نہ صرف اپنی پدری زبان یعنی فارسی اور اپنی مادری زبان یعنی ہندی میں انتہائی اعلیٰ پیمانے پر شاعری کی بلکہ اسی نے ہندوستانی اور ایرانی تہذیب کو ایک دوسرے سے قریب کرنے میں بھی بہت اہم حصہ لیا۔ امیر خسرو کے والد بھی چنگیزی

حملہ میں ماوراءالنہر سے ہندوستان آگئے تھے اور یہاں آنے کے بعد انہوں نے ایک خالص ہندی النسل امیر عماد الملک کی بیٹی سے شادی کی جس کے نتیجہ میں ۱۲۵۳ء میں موجودہ ضلع ایٹہ کے ایک گاؤں پٹیالی میں خسرو پیدا ہوئے۔ خسرو نے ہندوستانی فارسی ادب کو گوہر سخن سے مالامال کیا انہوں نے اعلیٰ پایہ کی غزلیں کہیں۔ شاندار مثنویاں لکھیں اور خزائن الفتوح جیسی اہم تاریخی معلومات پر مشتمل کتاب کا فارسی ادب میں اضافہ کیا۔

خسرو کے ایک معاصر حسن دہلوی (پیدائش ۱۲۵۴ء) بھی اعلیٰ پایہ کے فارسی غزل گو تھے۔ لیکن ان کا سب سے اہم کارنامہ ان کی تصنیف فوائد الفواد ہے۔ ان دو عظیم شاعروں کے علاوہ بدر چاچ اور مسعود بک بھی دور تغلق کے بڑے شاعر ہوئے ہیں۔ جن میں اول الذکر مشہور قصیدہ نگار تھا اور ثانی الذکر شاہی خاندان کا ایک فرد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم صوفی شاعر بھی تھا۔

امیر خسرو اور حسن دہلوی کا عہد تغلق خاندان کے دور حکومت تک پھیلا ہوا ہے۔ تغلق خاندان کے آخری زمانے سے فارسی ادب کی ترقی میں جمود پیدا ہوگیا اور کافی عرصے تک اس ملک میں امیر خسرو اور حسن دہلوی کے مقابلہ کا دوسرا شاعر پیدا نہیں ہوسکا۔ لیکن پھر بھی ہمیں خاندان مغلیہ کی بنیاد پڑنے کے پہلے کچھ اہم فارسی شاعروں کا پتہ چل ہی جاتا ہے۔ جن میں شیخ جمال، جولودی عہد کے شاعر ہیں، کا نام سرفہرست ہے۔

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کی بنیاد پڑنے کے بعد ہندوستانی فارسی ادب میں اہم پیش رفت ہوئی۔ یہ دور وہ تھا جب ایران میں صفوی سلطنت قائم ہوچکی تھی اور ابتدائی صفوی بادشاہوں کی عصبیت اور تنگ نظری کی وجہ سے ایران میں سوائے مذہبی ادب کے اور کسی دوسرے ادب کی گنجائش نہ رہ گئی تھی۔ اس کے برخلاف ہندوستان میں یہ وہ دور تھا جب اکبر کی وسیع المشربی کی وجہ سے ہر شخص کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ ساتھ ساتھ عہد اکبری ہندوستان کا فارسی زبان کا عہد زریں بھی تھا۔ خود شاہان دہلی کے علاوہ انکے امراء بھی علم

وادب کے زبردست سرپرست تھے، جن کی داد ودہش ممالک غیر سے اہل علم کو ہندوستان کھینچ لارہی تھی اور اس زمانے میں ہمیں ایسے سینکڑوں واقعات ملتے ہیں جب اہل علم اور شعراء کو سونے میں تلوایا گیا یا ان کے منھ کو موتیوں سے بھر اگیا۔ اس عہد میں شعرو ادب کی یہ سرپرستی صرف دربار مغلیہ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ جنوب کی ریاستوں کے سربراہ بھی اس دادودہش میں مغل امراء کے شانہ بشانہ چل رہے تھے۔ ایرانی حکمرانوں کی تنگ نظری اور ہندوستان کے امراء وحکمرانوں کے اس وسیع النظری اور علمی سرپرستی کا ایک اثر یہ ہوا کہ ایران کے وہ تمام علماء اورشعراء جو اپنے کو صرف مذہبیات تک محدود کرنے کے حق میں نہ تھے، ایران چھوڑ کر خشکی اور سمندری راستوں سے شمالی اور جنوبی ہندوستان میں آنے لگے۔ ہندوستانی امراء اور سلاطین کی داد ودہش کا حال اس دور میں لکھے جانے والے تذکروں میں شرح وبسط کے ساتھ ملتا ہے۔ چنانچہ عبدالنبی فخر الزمانی اپنے تذکرہ ''میخانہ'' میں لکھتے ہیں کہ۔

''میر مغیث محوی جب ہندوستان سے گئے تو یہاں کی دادودہش کا حال انھوں نے اس انداز سے پیش کیا کہ جو کوئی بھی اسے سنتا تھا خود وہاں جانے کے لئے بے چین ہوجاتا تھا۔''

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایران درجہ اول کے شاعروں اور غیر مذہبی علوم کے عالموں سے خالی ہوگیا۔ اور ہندوستان میں ایسے لوگوں کی کثرت ہوگئی۔ اس عہد میں فارسی زبان کے عظیم ترین شاعر مثلاً عرفی شیرازی ابو طالب کلیم، طالب آملی۔ قدسی مشہدی، علی قلی سلیم، بابا طالب یہ سب ہمیں ہندوستان میں نظر آتے ہیں، حد یہ ہے کہ جب ایرانی تنگ نظری میں کچھ کمی آئی تو اس وقت کے شاعر بھی ہندوستان آنے سے اپنے کو نہ روک سکے۔ چنانچہ یہ صائب تبریزی ایران میں ملک الشعراء ہونے کے باوجود ہندوستان آیا۔ اس دور میں نہ صرف ایرانی شاعر ہندوستان بلکہ ہندوستان نے خود بہت سے عظیم شاعر پیدا کئے، جن میں ابو الفضل فیضی ملا شیدا، چندر بھان برہمن ناصر علی سرہندی، ملا طاہر غنی کشمیری، اور بیدل عظیم آبادی کے نام سرفہرست ہیں۔ عہد مغلیہ کے اس نصف اول (۱۵۲۶ء تا ۱۷۰۷ء) میں صرف فارسی شاعری

ری کو عروج نہیں حاصل ہوا بلکہ نثر میں بھی کچھ بہت اہم کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اس دور میں طبقات اکبری، اکبر نامہ، منتخب التواریخ، بادشاہ نامہ، تاریخ الفی، منتخب اللباب جیسی اہم تاریخی کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ فارسی شعراء کے اہم ترین تذکرے۔ مثلاً ہفت اقلیم، عرفات العاشقین، نظم گزیدہ، مآثر رحیمی، مآثر جہانگیری، خلاصۃ الاشعار، جیسے تذکرے لکھے گئے۔ اور اسی دور میں ہندوستان کی اہم ترین کتابوں جیسے اپنشد، مہابھارت، بھگوت گیتا اور رامائن وغیرہ کے فارسی ترجمے ہوئے اس زمانے میں خالص ادبی کتابیں بھی تصنیف ہوئی ہیں جن میں سرفہرست عیار دانش ہے جو حقیقتاً انوار سہیلی کی ایک آسان شکل ہے۔

ہندوستان میں فارسی زبان جبر وتشدد سے رائج نہیں ہوئی تھی اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ اورنگ زیب کی وفات کی بعد جب مسلمانوں کا اقتدار اس ملک سے ختم ہونے لگا تو اسی زمانے میں فارسی زبان نے غیر مسلموں میں انتہائی مقبولیت حاصل کرلی۔ اور اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں فارسی ہندو عالموں کی تعداد مسلمان عالموں سے کم نہ تھی۔ اس دور میں اگرچہ ایک طرف سراج الدین علی خان آرزو جیسے فارسی زبان کے عظیم محقق پیدا ہوئے تو اسی کے ساتھ ساتھ ٹیک چند بہار جیسے ہندو مستند عالم اور محقق بھی ہوئے۔ اس دور میں اگر سراج الدین آرزو، غلام علی آزاد بلگرامی جیسے مسلمان عظیم تذکرے نگار پیدا ہوئے تو بندرابن خوشگو، لچھمی نرائن شفیق بھگوان داس ہندی جیسے عظیم ہندو تذکرہ نگاروں نے بھی اپنا لوہا منوالیا۔ فارسی کے ان ہندو اور مسلمان عالموں کی سرپرستی صرف اسلامی درباروں تک محدود نہ تھی۔ ہندو درباروں میں بھی ان کی دل کھول کر ہمت افزائی کی جاتی تھی اس دور میں فارسی کی مقبولیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ مسلمان ریاستوں کے علاوہ سکھ، مرہٹہ اور جاٹ ریاستوں میں بھی فارسی کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا۔

انیسویں صدی عیسوی کا اختتام ہندوستان میں فارسی کے زوال کا دور ہے۔ اس دور میں فارسی کی جگہ ہندوستان میں ابھرتی ہوئی ایک دوسری زبان اردو نے لے لی تھی۔ یہ دور وہ

تھا جس میں فارسی بولی جانے والی زبان نہ رہی لیکن اس زمانے میں بھی وہ ایک علمی زبان کی حیثیت سے برقرار رہی۔ اور ہندوستان کے کائستھ، کشمیری برہمن اور کچھ مسلمان فارسی کی خدمت میں منہمک تھے۔ اس عہد میں بھی ہمیں مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ اور نواب مصطفیٰ خاں حسرتیؔ جیسے مسلمان اور مرزا ہرگوپال تفتہؔ جیسے ہندو شاعر فارسی شاعری کا علم بلند کیے ہوئے نظر آتے ہیں۔ البتہ اس دور کے بعد ایسے فارسی گو شاعروں کی تعداد بہت کم ہوگئی۔ لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بالکل ہی نہ رہی۔ چنانچہ انیسویں صدی کے آخر میں بھی ہمیں نامیؔ جالندھری جیسے شاعر نظر آجاتے ہیں۔

بیسویں صدی کا ابتدائی دور عہد اقبال ہے۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہندوستان کا یہ سب سے عظیم شاعر جس کے اثرات پوری فارسی دنیا پر پھیل چکے ہیں اسی دور میں پیدا ہوا اور ابھرا، جب فارسی ملک میں اپنے آخری دن پورے کررہی تھی۔ اقبالؔ کا وصال ۱۹۳۸ء میں ہوا۔ اور ایسا نظر آنے لگا کہ شاید ان کے بعد ہندوستان فارسی گو شعراء سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بالکل خلاف توقع ۱۹۸۷ء میں فارسی کلام پر مشتمل ڈاکٹر محمد ولی الحق انصاری فرنگی محل لکھنؤ کا مجموعہ شعلہ ادراک کے نام سے ہمارے سامنے آیا جس کو دیکھ کو احمد منزوی جیسے فارسی عالم کو بھی "ہنوز زبان فارسی در ہندوستان با یں انداز زندہ است" کہنا پڑا۔

ماخذات

۱۔ تاریخ ادبیات ایران ذبیح اللہ صفا

۲۔ شعر العجم شبلی نعمانی

۳۔ رودکوثر شیخ محمد اکرم

۴۔ جدید فارسی شاعری۔ غیب الرحمٰن

۵۔شعر العجم فی الہند ۔ اکرام الحق

۶۔صنادید عجم ۔مہدی حسن ناصرہ

۷۔شعرائے نامور۔ڈاکٹر ایم ایم جلالی

۸۔سرگذشت پیر ہرات ۔لوئی ماسینیون

۹۔تاریخ ادبیات ایران مترجم رفعت سید مبارز الدین

۱۰۔شعلہ ادراک۔محمد ولی الحق انصاری

۱۱۔تذکرہ حفاظ۔ ذہبی

۱۲۔خسرو شناسی۔ ظ۔ انصاری

☆☆☆☆☆☆☆